eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

سارہ عنبر
پی ایچ ڈی سکالر اُردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان
ڈاکٹر شاہدہ رسول
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان

Sara Amber **Email:** saraamber49@gmail.com
Ph.D Scholar Urdu, The Women University, Multan.
Dr. Shahida Rasool **Email:** shahidarasool9@gmail.com
Assistant Professor, Department of Urdu, The Women University, Multan

مجید امجد کے فکر و فن پر مغربی اثرات کا جائزہ

WESTERN POETIC INFLUENCES ON MAJEED AMJAD'S POETRY

ABSTRACT

Majeed Amjad is a great poet of the 20th century who primarily loved his fellow humans, and who expressed this love through his account of deep affection for nature. His poetic grandeur has long been denied, and his artistic status has not been acknowledged the way he deserved it, yet he continued working his own way. Despite facing serious financial hardships, he utilized his artistic abilities aptly and stamped an unerasable shadow of his artistic self on Urdu Literature that will remain with it till the point time this literature will exist. Majeed Amjad, who had been ignored through the efforts of belittling, receives strong impressions of what is all around him and also he gets influenced by the poets and literary artists of the West. As a result of it, he produced such works of art that were apparently seen as derived from the western art canon. Despite western influence, his work stands alone as of independent stature without any blame for plagiarism or even for flat production of copying foreign content.

The present work will investigate the western influence and its imprints upon the poetry of Majeed Amjad, and we will try to understand those nooks and corners of his poetry which are not much known to a systematic critical investigation to date. This research, hence, will open up new pathways for fresh researchers who would invest their critical insight into Amjad's such poetic interpretations that have remained under surface. Through the present research, we will try to introduce a renewed Majeed Amjad who, despite having been influenced by the western artistic tradition, remained successful

KEYWORDS
Majeed Amjad, Western Influences, Kenneth Slade Alling, Robert Francis, William Cowper, Gerard Manly Hopkins, Langston Hughes, Thomas Hardy.

Received: 15-Dec-22
Accepted: 08-Jan-23
Online: 10-Jan-23

in establishing his own independent artistic identity. In our present investigative attempt, we will also explore his artistic independence by looking at whether he succeeded not in establishing his own voice even after absorbing western influence. This research will primarily engage such questions for the consequent debate in the analytical chapters. Hence, after critically looking at western poetic influence on Amjad's work, this research will introduce the reader to a new Majeed Amjad who had a unique identifying accent that had been unknown till now.

موجودہ مقالہ مجید امجد کے تخلیقی سفر کی از سرِ نو تفہیم پر مبنی ہے۔ ہم نے اب سے پیشتر محققین کی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے اور اُن کی مستند آرا کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس مقالے کا آغاز کیا ہے۔ مجید امجد کی تخلیقات کے حوالے سے گزشتہ تمام تحقیقات پر طائرانہ نظر ڈالنے کے بعد مجید امجد کی شاعری پر مغربی شعرا کے اثرات کا تفصیلی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُنھوں نے دورانِ تعلیم کالج لائبریری کی تمام انگریزی کتب کا مطالعہ کر ڈالا تھا جن میں قابلِ ذکر نام برطانوی شاعر: ولیم ورڈز ورتھ (1770-1850)، کالرج (1772-1834)، بائرن (1788-1824)، شیلے (1792-1822)، کیٹس (1795-1821)، تھامس ہارڈی (1840-1928) اور امریکی شاعر رابرٹ فراسٹ (1874-1963) جیسے شعراء کے ہیں۔ انگریزی ادب سے لگاؤ اور مطالعے کی بنا پر اُن کی شاعری پر شعوری اور لاشعوری طور پر اثرات مرتب ہوئے۔ "کلیاتِ مجید امجد" میں اُن کی چھ امریکی شعرا کی نظموں کے تراجم اس دعوے کا واضح ثبوت ہیں۔ ان چھ نظموں کو پڑھنے کے بعد ہم نے ان نظموں کے اصل متن تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ تین نظموں کے اصل متن تک رسائی حاصل ہو سکی جبکہ باقی تین ابھی تحقیقی مراحل میں ہیں۔ علاوہ ازیں ہم نے اس مقالے میں یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ مجید امجد کی نظم "توسیع شہر" (1960) دو برطانوی شاعروں ولیم کوپر (1731-1800) کی نظم "The Poplar Field" (1785) اور جیرالڈ مینلے ہاپکنز (1844-1889) کی نظم "Binsey Poplars" (1879) سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔ مجید امجد کی دو نظموں "شاعر اور چاند" اور "پکار" پر برطانوی شاعر تھامس ہارڈی کی نظموں "To the Moon" اور "The Blinded Bird" کے اثرات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ امجد کی ایک شہرہ آفاق غزل:

روش روش پہ ہیں نکہت فشاں گلاب کے پھول
حسین گلاب کے پھول ، ارغواں گلاب کے پھول (1)

پر امریکی شاعر Langston Hughes (1901-1967) کی نظم "Red Roses" کے اثرات کی جانب بھی توجہ مرکوز کرائی گئی ہے۔ نیز امجد کے نثری تراجم کا سرسری تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔ اِس مقالے میں بنیادی طور پر مجید امجد کے کلام پر مغربی شعرا کے اثرات کا مطالعہ پیش کیا جائے گا مگر سرِ دست اُن کے شعری سفر کا اجمالی جائزہ ضروری ہے۔

مجید امجد کے تخلیقی سفر کا آغاز 1932ء سے ہوتا ہے اور 1974ء تک جاری رہتا ہے یوں اُن کے تخلیقی سفر کا دورانیہ تقریباً 43 سال بنتا ہے اگرچہ مجید امجد نے شاعری کا آغاز سکول کے دور سے ہی کر دیا تھا مگر افسوس کہ اُن کی اُس دور کی شاعری محفوظ نہ رہ سکی۔ کلیاتِ مجید امجد کے مرتب ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کو انٹرویو دیتے ہوئے بتاتے ہیں:

> "شعر تو میں بہت عرصے سے کہتا ہوں جب ساتویں جماعت میں تھا تب بھی شعر کہتا تھا، نویں دسویں میں تھا تب بھی میں نے شعر کہے۔ اس زمانے کے شعر ایک کاپی میں جمع کیے تھے کاپی بعد میں تلف ہو گئی۔"(2)

مجید امجد کی زندگی میں اُن کی شاعری کا ایک ہی مجموعہ "شبِ رفتہ"(1958ء) کے نام سے شائع ہو سکا۔ اُن کی زندگی میں شائع ہونے والے اس واحد شعری مجموعے کو خاطر خواہ پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔ قارئین کی جانب سے عدم دلچسپی کی بنا پر مجید امجد نے اپنی زندگی میں اور کوئی شعری مجموعہ شائع نہیں کرایا۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کے منتشر کلام کو "شبِ رفتہ کے بعد"(1976ء) کے نام سے شائع کیا گیا۔ بعد ازاں اُن کی شاعری کے بہت سے انتخاب اور کلیات بھی مرتب ہوئے البتہ مختلف جرائد میں اُن کی غزلیں اور نظمیں باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتی رہی ہیں۔ "شبِ رفتہ" کی اشاعت کے بعد سے لے کر وفات تک وہ اپنی تخلیقات ہندوستان اور پاکستان سے شائع ہونے والے ہر اہم ادبی جریدے کو بڑی باقاعدگی سے بھیجتے رہے اور ادبی جرائد کے مدیر اِن تخلیقات کو اعزاز کے ساتھ شائع بھی کرتے رہے۔ اس ضمن میں "نقوش"(لاہور)، "ادبی دُنیا"(لاہور)، "فنون"(لاہور)، "ادبِ لطیف"(لاہور)، "سویرا"(لاہور)، "قند"(مردان)، "اوراق"(لاہور)، "شعور"(دہلی)، "شب خون"(الٰہ آباد)، "پگڈنڈی"(امرتسر)، "شاہراہ"(دہلی)، "نظمیں"(دہلی) وغیرہ کو دیکھا جا سکتا ہے جنھیں مجید امجد کا قلمی تعاون حاصل رہا۔ اپنی تخلیقات کو تواتر کے ساتھ ادبی جرائد کے ذریعے قاری تک پہنچانا اور تخلیقی سرگرمی میں ہمہ وقت مصروف رہنا اُن کے رجائی تخلیقی رویوں کو ظاہر کرتا ہے۔(3)

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا لکھتے ہیں:

> "پاکستان اور بھارت کے ہر اہم ادبی پرچے میں اُس کی غزلیں اور نظمیں چھپتی رہیں۔ حنیف رامے، محمد طفیل، وزیر آغا، احمد ندیم قاسمی، شمس الرحمٰن فاروقی جیسے کتنے ہی مدیر اس سے اپنائیت کے دعوے کر کے نظمیں مانگتے اور وصول ہونے پر اُنھیں بڑے خوبصورت لفظوں سے سراہتے تھے، مگر مجید امجد کے بارے میں ایک آدھ تنقیدی مضمون کے سِوا شاید ہی کوئی تحریر ان رسائل میں شائع ہوئی ہو۔ ان دِنوں تنقیدی مضامین میں مجید امجد کا ذکر نہیں کیا جاتا تھا۔ جدید شاعری کے بارے میں جو مضامین چھپتے یا ادبی حلقوں میں پڑھے جاتے، وہ مجید امجد کے ذکر سے بالکل خالی ہوتے کیونکہ ترقی پسند ہوں یا حلقہ اربابِ ذوق کے اربابِ اختیار، اُن میں سے کوئی مجید امجد کو اپنا آدمی نہیں سمجھتا تھا اور ہماری ادبی تاریخ کی محکم روایت ہے کہ جو اپنا آدمی نہیں اسے نظر انداز کر دو۔ میرٹ کے باوجود ادبی تاریخ میں وہ لوگ زندہ رہتے ہیں جن کی لوبیاں اُن کا نقارہ بجائیں۔"(4)

تخلیق کار کی پذیرائی اور حوصلہ افزائی سے انکار ممکن نہیں کیونکہ یہی اُن کی تخلیقات کا صِلہ ہے جو اُنھیں تخلیقی عمل کی جانب

گامزن رکھتا ہے اگر شاعر یا ادیب کو زمانے کی جانب سے حوصلہ شکنی کا سامنا کرنا پڑے تو یہ بات بھی اُن کی تخلیقی صلاحیتوں پر اثر انداز ہوتی ہے مگر مجید امجد اس بے مہری عالم کے باوجود تواتر کے ساتھ لکھتے رہے کیونکہ اُن کے نزدیک تخلیق اور تخلیقی عمل بذاتِ خود تحسین وستائش کا درجہ رکھتے تھے۔ مجید امجد اُن شعرا میں سے نہ تھے جو زمانے کے ذوق کی سمت کے پیشِ نظر اپنی شاعری کی سمت ہی تبدیل کر لیا کرتے ہیں۔ امجد کے لیے ایسا کرنا کفر کے مترادف تھا۔ وہ سستی شہرت کے حصول کے لیے اپنے نظریات کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے وقتی مفاد پر دائمی مفاد کو ترجیح دی۔ اُن کی "لحد" پر کھلنے والے "جاوداں پھول" اِسی حقیقت کے غماز ہیں کہ انسان موت کے بعد بھی ابدیت حاصل کر سکتا ہے اور یہ ابدیت اُن کے کلام کو اس بنا پر حاصل ہوئی کیونکہ اُنھوں نے زمان و مکاں کی حدود و قیود سے ماوراء ہو کر عالمگیر اور آفاقی شاعری کی جو ہر دور، ہر علاقے، ہر زمانے، اور ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے انسانوں کے لیے یکساں طور پر جاذبیت اور کشش کا ساماں لیے ہوئے ہے۔ مجید امجد کے نزدیک شاعری "عملِ خیر کا تسلسل" اور سچی مسرتوں کی بازیافت کا نام ہے اُن کا یہی نظریہ ہی ان کی دائمی زندگی کا سبب بنا۔ پاکستان ٹیلی ویژن کو دیئے گئے واحد انٹرویو میں مجید امجد اپنے شاعرانہ نظریات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتاتے ہیں:

> "میرا یہ نظریہ ہے کہ تمام ممالک میں، تمام کائنات میں، تمام تاریخ میں، تمام ارتقاء میں، ایک چیز مسلسل زندہ رہی ہے اور وہ عملِ خیر کا تسلسل ہے۔ اس عمل خیر کے تسلسل کو جاری رکھنا ہر دَور میں انسان کا فرض رہا ہے، آج بھی ضروری ہے، لیکن اس کے لیے کوئی ریاضت کر سکتا ہے۔ کون اس کے لیے مجاہدہ کر سکتا ہے؟ اس کے لیے جتنی بھی کوشش ہو سکے ضروری ہے۔ میں نے ان واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھنے والا نہ صرف ان سے مسرتوں کو حاصل کرے۔۔۔یا۔۔۔ان سے متاثر ہوں کہ یہ مسرتیں مفقود ہو گئی ہیں۔ شاعر کو چاہیے کہ وہ ان کی طرف متوجہ ہو تاکہ انسانی زندگی ان سچی مسرتوں سے لبریز ہو جائے جس کے لیے یہ کائنات پیدا کی گئی ہے۔ انسانوں کی زندگی میں ایسے لمحات ہمیشہ آتے ہیں۔"(5)

یہ حقیقت ہے کہ ایسے نظریات کے حامل آفاقی شاعر تاابد زندہ رہتے ہیں۔ اُن کی تخلیقات اُن کی دائمی زندگی کا سبب بن جاتی ہیں۔ مجید امجد کی زندگی میں شائع ہونے والے واحد شعری مجموعے "شبِ رفتہ" کی اشاعت (1958) کے بعد 1976 میں شائع ہونے والا اُن کی شاعری کا دوسرا مجموعہ "شبِ رفتہ کے بعد" کے نام سے منظرِ عام پر آیا۔ مجید امجد کی وفات کے بعد اُن کے کلام کی اشاعت کی جانب کسی حد تک توجہ کی گئی۔

مجید امجد کی زندگی میں شائع ہونے والے واحد شعری مجموعے "شبِ رفتہ" (1958ء) کی اشاعت کے بعد اُن کے کلام کے جتنے بھی انتخاب اور کلیات شائع ہوتے رہے ہیں تحقیقی طریقہ کار کے اُصول و ضوابط پر عمل پیرا نہ ہونے کے باعث مستند حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ ان میں بے شمار اغلاط موجود ہیں۔ اِن سب میں صرف ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کا "کلیاتِ مجید امجد" (2003ء) تحقیقی طریقہ کار کو بروئے کار لاتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے۔ خواجہ محمد زکریا نے "کلیاتِ مجید امجد" مرتب کر کے ایک ناتراشیدہ ہیرے کو ایسا تراشا کہ مجید امجد

کی شاعری کی چمک دمک نے اُردو شاعری کے بام و دَر روشن کر دیئے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے "کلیاتِ مجید امجد" کو زمانی ترتیب کے مطابق چار حصوں میں منقسم کیا ہے۔

1۔	شبِ رفتہ	(1932ء تا1958ء)	2۔	روز رفتہ	(1935ء تا1958ء)
3۔	اِمروز	(1958ء تا1968ء)	4۔	فردا	(1968ء تا1974ء)

اِن چاروں حصوں میں شامل نظموں اور غزلیات کی تعداد 452 ہے جن کی تفصیل کچھ یوں بنتی ہے۔ "شبِ رفتہ" میں 68 نظمیں اور 16 غزلیات؛ "روزِ رفتہ" میں 72 نظمیں، 13 غزلیات اور ایک سانیٹ؛ "امروز" میں 70 نظمیں، 18 غزلیات اور ایک نوحہ؛ "فردا" میں 179 نظمیں، 13 غزلیات اور ایک قطعہ شامل ہیں۔

مجید امجد شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ نثر نگار بھی تھے۔ عروج اخبار کی ادارت کے دوران اُن کے قلم سے بہت سی نثری تخلیقات بھی صفحہ قرطاس پر منتقل ہوتی رہی ہیں۔ بارہا ایسا بھی ہوتا تھا کہ سارا پرچہ اُنھیں خود تحریر کرنا پڑتا تھا۔ مجید امجد، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کے استفسار پر بتاتے ہیں:

> "س: آپ نے نثر بھی لکھی ہے۔ اپنے نثری مضامین کی تفصیل بتا دیجیے۔ آپ نے نثر کم لکھی ہے کیا اِس میں دِقت ہوتی ہے؟
> ج: اخبار عروج جھنگ میں، میں دس سال رہا۔۔۔ مجھے وہاں نثر لکھنے کی بہت ساری مشق ہوئی۔۔۔ متواتر کچھ عرصہ میں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ میرے پاس ایک رجسٹر تھا۔ اس پر میں نے لکھا تھا از کارواں باشی، یہ ترکیب الہلال میں آزاد کی تھی۔ افکار و حوادث کی ترکیب بھی مولانا آزاد کی تھی۔ میں اِسی طرح روزانہ بہت سارا عرصہ اس پر مشق کرتا رہا۔ پھر میں نے Victor Hugo کے ناول "Les Miserables" سے ترجمہ کیا جو کہیں چھپا نہیں۔ اس کے ترجمے پر میں نے بہت محنت کی تھی اس سے مجھے نثر کی مشق ہوئی، افسوس وہ مسودہ گم ہو گیا۔"(6)

ڈاکٹر محمد افتخار شفیع نے مجید امجد کی اَب تک دستیاب تمام نثری تحریروں کو "کلیاتِ نثر: مجید امجد" (2016ء) کے نام سے یکجا کر دیا ہے۔ اُن کی اِس کتاب میں مجید امجد کے تنقیدی مضامین، اُن کے ہم عصر شاعروں اور ادیبوں کے مجموعوں کے دیباچے، ادبی موضوعات پر لکھے گئے متفرق مضامین، جدید نظم گو شعرا (بلراج کومل، شہزاد احمد اور حمایت علی شاعر) کی نظموں کے تجزیاتی مطالعے، مولانا صلاح الدین احمد اور تخت سنگھ جیسی شخصیات کا تعارف، عروج کی ادارت کے زمانے میں تحریر کردہ اداریوں کا انتخاب، بچوں کے لیے ادبی تحریریں، مجید امجد کے نثری تراجم۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اور یوسف کامران کو دیئے گئے دو انمول انٹرویوز اور اُن کا قلمی مسودہ فسانہ آزاد اور اس سے متعلقہ تحقیقی بحثیں اِس کتاب کے مندرجات میں شامل ہیں۔

مجید امجد کو انگریزی اَدب سے بے حد لگاؤ تھا۔ اُنھوں نے طالب علمی کے زمانے میں کالج لائبریری سے انگریزی شعرا کی تمام کتب کا مطالعہ کر لیا تھا۔ ان شعرا میں کیٹس، شیلے، ولیم ورڈز ورتھ، سون ہرن، بائرن اور رابرٹ فراسٹ قابلِ ذکر ہیں۔ ڈاکٹر ناصر عباس

نیئر، مجید امجد کی شاعری پر مغربی شعراء خصوصاً ولیم ورڈزورتھ کے اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مجید امجد کی نظم کے مغربی پسِ منظر کے ضمن میں بائرن، رابرٹ فراسٹ، شیمس ہینی کا ذکر ہوا ہے اور خود مجید امجد نے خواجہ محمد زکریا کو انٹرویو دیتے ہوئے سون برن، کیٹس اور شیلے کا ذکر کیا ہے۔ بعض جگہ ورڈزورتھ کا نام بھی لیا ہے۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ مجید امجد نے مغربی شعریات کا تصور جس مغربی نظم سے اخذ کیا وہ عمومی طور پر انیسویں صدی کی انگریزی نظم اور خصوصی طور پر شیلے اور ورڈزورتھ کی نظم ہے۔"(7)

یہ حقیقت ہے کہ اُن کی شاعری پر انگریزی اَدب کے نمایاں اثرات نظر آتے ہیں۔ مجید امجد نے کچھ انگریزی نظموں کے تراجم بھی کیے ہیں، جو زیادہ تر امریکی شعرا کی نظموں کے ہیں اور جو کلیاتِ مجید امجد کا حصہ ہیں۔ ہمارے نزدیک امجد کی نظموں کے ان تراجم کے ساتھ اُن کے اصلِ متن(Original Text)تک رسائی حاصل کرنا بھی ایک محقق کے لیے از حد ضروری ہے تاکہ وہ مجید امجد کی ذہنی صلاحیتوں کو بہتر انداز میں خود بھی سمجھ سکے اور محققین اور قارئین کو بھی اُن کی اِن صلاحیتوں سے متعارف کرا سکے۔ ہم نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد اُن کی اِن نظموں کے اصل متن تک رسائی حاصل کی ہے جنھیں آج تک کسی محقق نے اہمیت نہیں دی۔ اِسی اہمیت کے پیشِ نظر ان ترجمہ شدہ نظموں کے اصل متن کو بھی اِسی مقالے میں شامل کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کے استفسار پر مجید امجد بتاتے ہیں:

"س: آپ ایک زمانے میں انگریزی نظموں کے تراجم بھی کرتے رہے ہیں۔ آپ کن انگریزی شاعروں سے متاثر ہوئے؟

ج: یہ ترجمے میں نے بہت کیے ہیں۔ جب "شبِ رفتہ" چھپ چکی تو۔۔۔۔ لیکن سب سے پہلے ترجمہ میں نے آسکر وائلڈ کی "Serenade" کا کیا۔ میں نے کیٹس اور شیلے کا بہت مطالعہ کیا ہے۔ انگریزی کے کلاسیکل شعراء کو بھی پڑھا ہے لیکن کیٹس اور شیلے کا زیادہ مداح رہا ہوں۔"(8)

مجید امجد نے آسکر وائلڈ(1854ء-1990ء)کی نظم "Serenade (for music)"(1882ء)کا ترجمہ کیا تھا مگر یہ ترجمہ کہیں ضائع ہو گیا۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیئر لکھتے ہیں:

"آسکر وائلڈ کی رومانوی نظم(Serenade (for Music)کا ترجمہ کیا اور پھر وکٹر ہیوگو کے تاریخی اور انیسویں صدی کے عظیم فرانسیسی ناول "Les Miserables" کا ترجمہ کیا تھا یہ دونوں تراجم ضائع ہو گئے۔"(9)

آسکر وائلڈ کی اس نظم سے شناسائی ضروری ہے تاکہ مجید امجد کے تخلیقی سفر کو بتدریج سمجھا جا سکے۔

Serenade (for Music)

"The Western wind is blowing fair
Across the Aegean Sea
And the secret marble stair
My Tyrian galley waits for thee.
Come down! The purple sail is spread,
The watchman sleeps within the town,
O leave the lily – flowered bed,

O Lady mine come down, come down!
She will not come, I know her well,
If love's vows she hath no care,
And little good a man can tell
Of one so cruel and so fair.
True love is but a woman's toy,
They never know the lover's pain,
And I who loved as loves a boy
Must love in vain, must love in vain.
O noble pilot, tell me true,
Is that the sheen of golden hair?
Or is it but the tangled dew
That binds the passion – flowers there?
Good sailor come and tell me now
Is that my Lady's lily hand?
Or is it but the gleaming prow,
Or is it but the silver sand?
No! no! 'tis not the tangled dew,
'Tis not the silver-fretted sand,
It is my own dear Lady true
With golden hair and lily hand!
O noble pilot, steer for Troy,
Good sailor, ply the labouring oar,
This is the queen of life and joy
Whom we must bear from Grecian shore!
The waning sky grows faint and blue,
It wants an hour still of day,
Aboard! aboard!My gallant crew,
O lady mine, away! away!
O noble pilot, steer for Troy,
Good sailor, ply the labouring oar,
O loved as only loves a boy!
O loved for ever evermore!" (10)

مجید امجد کو اس نظم نے اس لیے بھی متاثر کیا ہو گا کہ یہ نظم ہماری مشرقی روایات کی امین نظر آتی ہے۔ یہ نظم مجید امجد کے عہد جوانی کے جذبات و احساسات سے بھی ہمیں متعارف کراتی ہے کہ خالق کائنات نے مرد میں عورت کی جانب کشش کے جو جذبات رکھے ہیں مجید امجد ان فطری جذبات سے عاری نہ تھے۔ انہیں بھی عورت کا حسن و جمال اپنی جانب متوجہ کرتا تھا۔ آسکر وائلڈ کی نظم Serenade کا ترجمہ ان کی رومانی شاعری کی جانب کشش کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کلیات مجید امجد میں کل چھ مغربی شعرا کی چھ نظموں کے تراجم موجود ہیں جو ان کے شعری مجموعے "امروز" کا حصہ ہیں۔ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کے مجید امجد سے استفسار پر:

"س: آپ نے امریکی شاعروں کا بھی ترجمہ کیا تھا؟

ج: وہ ماڈرن شاعر تھے۔ایک کتاب چھپی تھی اس میں ماڈرن شعرا کی نظمیں تھیں۔میں نے وہ کتاب پڑھی، کافی عرصے کی بات ہے، بارہ سال ہو گئے۔میں نے ان کا ترجمہ کیا لیکن ان میں جو روانی اور exactness تھی۔میری پابند نظموں میں نہیں آسکی، مثلاً اس میں ایک لائن تھی "Sun told never old ever gold days." لیکن میں اس لائن کا ترجمہ نہ کر سکا حالانکہ اسی لائن کے لیے ترجمہ کیا تھا۔"(11)

کلیات مجید امجد کے مطابق مجید امجد نے جن انگریز شعرا کی نظموں کے تراجم کیے۔ان میں برطانوی شاعر Richard Aldrige(1930-1994) کی نظم کا ترجمہ "شاخ چنار (1958) کے عنوان سے کیا۔فلاسفی کے استاد اور امریکی شاعر Donald C. Babcock(1886-1996) کی نظم کا ترجمہ "دو چیزیں" (1958) کے عنوان سے کیا۔امریکی شاعر Philip Booth(1925-2007) کی نظم کا ترجمہ "ماڈرن لڑکیاں" (1959) کے عنوان سے کیا۔امریکی شاعر Robert Francis(1901-1987) کی نظم کا ترجمہ "شناور" (1959) کے عنوان سے کیا۔Philip Murrey کی نظم کا ترجمہ "وہ ایک دن بھی عجیب دن تھا" (1959) کے عنوان سے کیا۔برطانوی شاعر Richard Aldington(1962-1992) کی نظم کا ترجمہ "وقت" (1962) کے عنوان سے کیا۔ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے ان انگریز شعرا کے نام تو دیے ہیں جن کی نظموں کے تراجم مجید امجد نے کیے مگر ان شعرا کی کون سی نظموں کے یہ تراجم ہیں اس کا حوالہ موجود نہیں ہے۔

"قند (مجید امجد نمبر)" (1975) میں مجید امجد کی ترجمہ شدہ نظم "وقت" اپنے اصل متن کے ساتھ "Time" کے عنوان سے (ص نمبر 164) پر موجود ہے۔اس نظم کے شاعر کا نام یہاں Kenneth Slade Alling(1889-1989) دیا گیا ہے جبکہ "کلیاتِ مجید امجد میں ڈاکٹر محمد زکریا نے اس نظم کے خالق کا نام Richard Aldington بتایا ہے۔اس اُلجھن کو سلجھانے کے لیے کہ یہ نظم ان دو شعرا میں سے در حقیقت کس شاعر کی ہے، بڑی تلاش و جستجو کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ "Time" کے عنوان سے یہ نظم جس کا ترجمہ مجید امجد نے "وقت" کے نام سے کیا ہے Kenneth Slade Alling کی ہی ہے۔البتہ "قند مجید امجد نمبر" میں اس نظم کے اصل متن میں کچھ الفاظ کی اغلاط موجود ہیں۔ ہمیں یہ نظم L.A.G. Strong(1896-1958) کی ایڈٹ کردہ کتاب "The Best Poems of 1927" (1928) کے صفحہ نمبر 22 پر ملی ہے۔ "Time" نظم کا یہی اصل متن یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

"Time"

"TIME's unwalled room where simultaneously
The Past, the present and the future act

Their far events' where all that is to be
Occured when all that was became a fact.
And here is no duration, only space
Apparent to our vision, were that ample,
Where past and present and the future face
The selfsame instant, only dreams can sample.
Here love imploring lies with love rewarded;
Rewarded love with love now satisfied;
For time is not, as some say, scythed and sworded;
Nothing's destroyed; the dead have never died.
But ours is the dilemma of the blind
Who only know the things their fingers find."(12)

مجید امجد کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔

"وقت"

"وقت ہے اک حریم بے دیوار
جس کے دوار آنگنوں سے صدا
رقص کرتے ہوئے گزرتے ہیں
دائروں میں، ہزار ہا ادوار
بیتی بات اور آنے والی آن
امر امروز اور فر فردا
سب زمانے، تمام عرصہ دہر
وقت کی ایک تیز لہر کی عمر
کل وہ سب کچھ تھا جو کچھ آج بھی ہے
آج جو کچھ ہے، اس زمانے میں تھا
جب وہ سب کچھ، کہ جس نے ہونا ہے
ہو چکا تھا، یہ کھیل ہونی کا
لاکھ قرنوں کے ان قرینوں میں
نہ کوئی سن نہ دن، نہ یوم نہ عصر
صرف اک پل، بسیط، بے مدت
اپنے بھیدوں کی حد میں، لا محدود
اس کی یک رنگیوں میں یکساں ہیں
ہنستے سنجوگ بھی، بجھے دل بھی
سلسلے سجتی سجتی سیجوں کے بھی
مسئلے، مسلے مسلے پھولوں کے بھی
وقت، بہتا ہوا وہ دھارا ہے
جس کی رو خنجروں کی دھار نہیں
وقت، جیتی حقیقتوں کا جتن
مرنے والے کبھی مرے ہی نہیں
اتنے پہلو ہیں اس پہیلی کے
اور اک ہم، کہ جن کے علم کی لم
ہے فقط انگلیوں کا لمس اور بس
ہائے اندھی روایتوں کے طلسم"(13)

مجید امجد نے امریکی شاعر Robert Francis (1901-1987) کی نظم "Swimmer" کا ترجمہ "شناور" کے نام سے کیا۔ رابرٹ فرانسس کی نظم ملاحظہ کیجیے۔

“Swimmer”

I

Observe how he negotiates his way
With trust and the least violence, making
The stranger friend, the enemy ally.
The depth that could destroy gently supports him.
With water he defends himself from water
Danger he leans on, rests in. The drowning sea
Is all he has between himself and drowning.

II

What lover ever lay more mutually?
With his beloved, his reaching–always arms
Stroking in smooth and powerful caresses?
Some drown in love as in dark water, and some
By love are strongly held as the green sea
Now holds the swimmer. Indolently he turns
To float – the swimmer floats, the lover sleeps.”(14)

مجید امجد کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔

"شناور"

"تیرتا ہے جب تیراک مرگ رقص دھارے پر — موج سے ابھرتا ہے موج کے سہارے پر
موج پر مسلط بھی، موج کے حوالے بھی — موج اسے اچھالے بھی موج اسے سنبھالے بھی
کینہ تلاطم بھی ہم عنان دریا ہے — سینہ شناور بھی درمیان دریا ہے
لاکھ لاکھ طوفاں ہیں ایک ایک قطرے میں — تیرنے کی شکتی ہے ڈوبنے کے خطرے میں
جو بہ جو تھپیڑے ہیں آتشیں خیالوں کے — تیرتے ہیں دل جن میں پیار کرنے والوں کے
پریمیوں کی بانہوں میں چاہتوں کا دریا ہے — تیرنے کی قدغن ہے، ڈوبنے کا کھٹکا ہے
لہر لہر کی دھڑکن، درد کا قرینہ بھی — لہر لہر کی کروٹ، زندگی کا زینہ ہے
کتنے دل جو موجوں کی چوٹ چوٹ سہتے ہیں — اس بھنور کے گھیرے میں پھول بن کے بہتے ہیں"(15)

مجید امجد کی نظم "شاخ چنار" ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کے نزدیک برطانوی شاعر Richard Aldrige (1930-1994) کی نظم

کا ترجمہ ہے۔ ہمیں اس شاعر کی کوئی نظم اس موضوع پر نہیں ملی جبکہ "The Poplar" کے عنوان سے برطانوی شاعر Richard Aldington (1962, 1892) نے نظم لکھی ہے مگر مجید امجد کی نظم "شاخ چنار" کا موضوع Richard Aldington کی نظم "The Poplar" سے بھی کلی طور پر مختلف ہے۔ مجید امجد کی نظم طبع زاد محسوس ہوتی ہے ترجمہ شدہ نہیں اور اگر ترجمہ ہے بھی تو Richard Aldington کی نظم "The Poplar" کا نہیں۔ مجید امجد کی نظم دیکھیے۔

"شاخ چنار" (1958)

"میں کیا دیکھتا ہوں،
کھڑا سوچتا ہوں،
اس اک لمحے کے چوکھٹے میں یہ منظر
اتارا ہے کس نے؟
چنار شرر برگ کی ایک ٹہنی،
کسی جابر برف پیکر کے پھیلے ہوئے منجمد بازوؤں سے
نکل کر۔۔۔۔، پھسل کر۔۔۔۔،
فراز فضا میں، بڑی خود فروزی سے، لہرا رہی ہے،
نجانے اسے ماگ رت کے سہانے سمے میں سموئے ہوئے نیلگوں آسماں سے
پکارا ہے کس نے؟" (16)

اب Richard Aldington کی نظم "The Poplar" پر اک نظر ڈالیے۔

"The Poplar"

"Why do you always stand there shivering
Between the white stream and the road?
The people pass through the dust
On bicycles, in carts, in motor-cars;
The waggoners go by at dawn;
The lovers walk on the grass path at night.
Stir from your roots, walk, poplar!
You are more beautiful than they are.
I know that the white wind loves you,
Is always kissing you and turning up
The white lining of your green petticoat.
The sky darts through you like blue rain,
And the grey rain drips on your flanks

And loves you.
And I have seen the moon
Slip his silver penny into your pocket
As you straightened your hair;
And the white mist curling and hesitating
Like a bashful lover about your knees.
I know you, poplar;
I have watched you since I was ten.
But if you had a little real love,
A little strength,
You would leave your nonchalant idle lovers
And go walking down the white road
Behind the waggoners.
There are beautiful beaches
Down beyond the hill.
Will you always stand there shivering? (17)

ہم نے مجید امجد کی نظم "توسیع شہر" کے مواد کا سراغ ولیم کوپر کی نظم "The Poplar Field"(1785) اور جیرالڈ مینلے ہاپکنز کی نظم "Binsey Poplars"(1879) میں تلاش کیا ہے۔ ان نظموں میں پائی جانے والی مماثلتوں کو تحقیق کی دنیا کے شائقین کی نذر جو ہماری اس سوچ سے اتفاق یا اختلاف کا حق رکھتے ہیں۔

برطانوی شاعر ولیم کوپر (1731-1800) اپنے وقت کے شہرہ آفاق شاعر تھے۔ ولیم کوپر نے اٹھارہویں صدی کی فطرت پر کی گئی شاعری کو نئی جہت عطا کرتے ہوئے اسے روزمرہ زندگی کے عمومی واقعات اور انگلینڈ کے دیہی علاقوں سے منسلک کیا۔ وہ رومانوی تحریک کے پیش رو شعراء میں ایک اہم نام کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ برطانوی شاعر جیرالڈ مینلے ہاپکنز (1844-1989) کی بعد از مرگ شہرت نے انہیں عہد وکٹوریہ کے ممتاز شاعروں کی صف میں شمار کیا۔ جبکہ پاکستانی شاعر مجید امجد (1914-1974) بیسویں صدی کے شاعر ہیں جن کی شاعری، ساحری سے کم نہیں۔ ان کی طلسماتی شاعری کے معانی و مفاہیم سے آشنائی نہ ہونے کے باعث انہیں اپنے دور میں پذیرائی حاصل نہ ہو سکی مگر وقت نے ثابت کر دیا کہ وہ عظیم اور بلند پایہ شاعر ہیں اور دنیا کے عظیم شعرا کے ساتھ ان کا تقابل کیا جا سکتا ہے۔

ولیم کوپر (1731-1800)، جیرالڈ مینلے ہاپکنز (1844-1889) اور مجید امجد (1914-1974) کی نظمیں "The Poplar Field"(1784)، "Binsey Poplars"(1879) اور توسیع شہر (1960) مناظر فطرت سے انسان کی لاتعلقی، بے حسی اور بڑی حد تک وقتی مفاد کے پیش نظر لکھی گئی ہیں۔ یہ نظمیں انسان کے فطرت کے حسن کو وسیع پیمانے پر تباہ کرنے کی عادت سے متعلق

ہیں۔ تینوں نظموں میں انتہا کی حد تک مماثلت ہے۔ مجید امجد مناظر فطرت سے انسان کی لاتعلقی، عدم دلچسپی اور لالچ کو موضوع بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بیس ہزار میں بک گئے سارے ہرے بھرے اشجار
جن کی سانس کا ہر جھونکا تھا ایک عجیب طلسم
قاتل تیشے چیر گئے ان ساونتوں کے جسم"(18)

ولیم کوپر انسان کی فانی لذتوں کو طنز کا نشانہ بناتے ہیں جو قدرت کے حسن و جمال کو پامال کرنے کا باعث ہیں۔

"To muse on the perishing pleasures of man
Short lived as we are, our enjoyments, I see
Have a still shorter date, and die sooner than we." (19)

تینوں شاعر درختوں کے بے دردی سے کاٹ دیے جانے پر افسردہ ہیں۔ ان درختوں کی جاذب نظر خوبصورتی صرف نگاہوں کو تراوت نہیں بخشتی تھی بلکہ روح کو بھی سیراب کرتی تھی۔ افسوس کہ یہ دلکش جاذب نظر پیڑ تمام کے تمام گرا دیے گئے۔

گری دھڑام سے گھائل پیڑوں کی نیلی دیوار
کٹتے ہیکل ، جھڑتے پنجر ، چھٹتے برگ و بار (20)

ولیم کوپر درختوں کے گرنے کی تصویر کچھ اِس انداز سے کھینچتے ہیں:

"The poplars are felled, farewell to the shade,
And the whispering sound of the cool colonnade (21)

جیرالڈ مینلے ہاپکنز Binsey کے علاقے میں دریائے Thames کے کنارے پر واقع پاپلر کے درختوں کی قطار کے گرا دیئے جانے پر بے حد دُکھی، رنجیدہ اور نوحہ کناں ہیں۔

My Aspens dear, whose airy cages quelled,
Quelled or quenched in leaves the leaping sun,
All felled, felled, are all felled; (22)

جبکہ مجید امجد کی نظم "توسیعِ شہر" ساہیوال سٹیڈیم کی توسیع کے لیے سرسبز و شاداب درختوں کے کاٹ دیئے جانے پر تعزیتی نوحہ ہے۔

ہاپکنز نے درختوں کی اِس قطار کو فوج کے سپاہیوں کے مماثل قرار دیا ہے جو حب الوطنی، ایثار و قربانی کے جذبات سے مالامال ہیں، خود تو کٹ جاتے ہیں مگر وطن پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ ہاپکنز نے اپنی نظم میں درختوں کی قطار کے گرا دیئے جانے کو ملک کے سپاہیوں کو مار دینے کے مترادف قرار دیا ہے کیونکہ کسی بھی ملک کی صنعتی ترقی ایک قسم کی جنگ کے برابر ہے۔

"My Aspens dear, whose airy cages quelled,

All felled, felled, are all felled;
Of a fresh and following folded rank
Not spared not one." (23)

مجید امجد نے بھی درختوں کی اِس قطار کو بانکے پہرے داروں کے مماثل قرار دیا ہے۔

بیس برس سے کھڑے تھے جو اس گاتی نہر کے دُوار
جھومتے کھیتوں کی سرحد پر بانکے پہرے دار (24)

درختوں کا کٹنا ایک یونیورسل سلسلہ ہے۔ شہر پھیلتے ہیں، درخت کٹتے ہیں اور سڑکیں بنتی ہیں۔ فطرت کے ان حسین نظاروں سے محرومی شعرا کے لیے دائمی موت کے برابر ثابت ہوتی ہے، اُنھیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے خود اُن کی اپنی موت واقع ہو گئی ہے۔ مجید امجد نے ان درختوں کی مانند اپنی زندگی کے خاتمے کی جانب اشارہ کیا ہے کیونکہ اُنھیں اس بات کا یقین ہے کہ اُن جیسی سرسبز و شاداب زرخیز سوچ اور ذہن کے حامل فرد کو بھی اِن درختوں کی مانند صفحہء ہستی سے مٹا دیا جائے گا۔

آج کھڑا میں سوچتا ہوں اِس گائی نہر کے دوار
اِس مقتل میں صرف اِک میری سوچ لہکتی ڈال
مجھ پر بھی اب کاری ضرب اک اے آدم کی آل (25)

ولیم کوپر بھی اپنی زندگی کے مفرور سالوں کے اختتام کی جانب اشارہ کرتے ہوئے خود کو اِن درختوں کی مانند زمین پر پڑا ہوا دیکھتے ہیں۔

My fugitive years are all hasting away,
And I must ere long lie as lowly as they
With a turf on my breast and a stone at my head
Ere another such grove shall arise in its stead (26)

ولیم کوپر قدرت اور فطرت کے لازوال حسن کو کچھ اس انداز سے تسلسل عطا کرتے ہیں کہ اُنھیں اپنی موت کے بعد اِسی مقام پر سرسبز و شاداب درختوں کا ایک جھنڈ دِکھائی دیتا ہے جبکہ ہاپکنز اس بات پر افسردہ ہیں کہ دورِ حاضر کے بے حِس انسانوں کی دس بارہ ضربوں سے درختوں کی اس قطار کو کاٹ دیئے جانے کے بعد آنے والی نسلیں قدرت کے اِس حسین شاہکار کو دیکھ نہیں پائیں گی۔

When we hew or delve,
After-comers cannot guess the beauty been,
Ten or twelve, only ten or twelve,
Strokes of havoc unselve,
The sweet special scene,
Rural scene, a rural scene,
Sweet especial rural scene. (27)

مجید امجد، ولیم کوپر اور جیر الڈ مینلے ہاپکنز تینوں شاعر قدرت اور فطرت کے ان حسین نظاروں کی مکمل تباہی پر نوحہ کناں ہیں۔ اِن شعرا کو اِس بات کا مکمل ادراک ہے کہ لوگ اپنے اعمال کے مضمرات کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ جیر الڈ مینلے ہاپکنز کو یہ غم ہے کہ یہ سایہ دار درخت جو دریا اور چراگاہ کے سنگم پر اُگے ہوئے تھے اور اِن سایہ دار درختوں میں سے گزرنے والی ہوا ماضی میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں حال کے افراد کو روشناس کرایا کرتی تھی، افسوس کہ نوواردوں نے آکر ان حسین و جمیل پیغام رساں درختوں کو دس بارہ ضربوں سے نظروں کی زَد سے ہمیشہ کے لیے اوجھل کر دیا۔ اُنھیں اس بات کا احساس تک نہیں کہ اِنھوں نے سورج کی روشنی کو گرفت میں لینے والے اِن ہوادار پنجروں کو ہمیشہ کے لیے کھو دیا ہے۔

جبکہ مجید امجد اِن "گھنے، سہانے، چھاؤں چھڑکتے، بور لدے چھتنار" جو اِس گاتی نہر کے دُوار بانکے پہرے دار تھے، کو جب قاتل تیشوں کی چند ضربوں سے زمین پر لاشوں کے انبار کی صورت پڑا ہوا دیکھتے ہیں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ محض چند روپوں کے عوض اِن طلسماتی سانس کے جھونکوں کو ہمیشہ کے لیے اجل کے حوالے کر دیا گیا۔

ولیم کوپر اس بات پر افسردہ ہیں کہ پاپلر کے درخت گرا دیئے گئے اور آج کے بعد ان درختوں کی ٹھنڈی ستونوں کی قطار میں سے سرگوشیوں کی آوازیں نہیں سنی جائیں گی۔ نہ ہی ہوائیں اِن پتوں میں سے گنگناتی ہوئی گزریں گی اور نہ ہی Ouse دریا (لندن کا ایک دریا) اپنے سینے پر ان درختوں کے عکس کو دیکھ سکے گا۔

تینوں شعرا کا لہجہ دردناک اور المناک ہے۔ تینوں شعرا قدرت اور فطرت کے اِس حسین شاہکار (درختوں) کو ابدیت سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مجید امجد کی نظر سے اِن دونوں شعرا کی نظمیں گزری ہیں اور امجد نے اِن دونوں نظموں سے متاثر ہو کر اپنی نظم "توسیع شہر" لکھی ہے۔

امریکی شاعر Langston Hughes (1901ء-1967ء) کی نظم "Red Roses" (1926ء) اور مجید امجد کی غزل "روش روش پہ ہیں نکہت فشاں گلاب کے پھول" (1956ء) میں انتظارِ بہار کے مضمون پر اظہار میں اشتراک کا پہلو ملتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ مجید امجد کی نظر سے یہ نظم گزری ہو۔

Red Roses (1926)

I'm waitin' for de springtime
When de tulips grow –
Sweet, sweet springtime
When de tulips grow;
Cause if I'd die in the winter
They'd bury me under snow
Un'neath de snow, Lawd,
Oh, what would I do?

Un'neath de snow,
I say what would I do?
It's bad enough to die but
I don't want freezin' too.
I' am waitin' for de springtime
An' de roses red,
Waitin' for de springtime
When de roses red
'LI make a nice coverin'
For a gal that's dead (28)

Langston Hughes موسمِ بہار کی آمد کا منتظر ہے جب پھول اپنے جوبن پر ہوں گے۔ نظم میں جن پھولوں کی جانب اشارہ ہے وہ ٹیولپ اور گلاب کے پھول ہیں۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ شاعر بہار کے موسم کا منتظر کیوں ہے؟ موسمِ بہار کی خواہش زندگی کی خوشیوں کے ساتھ منسوب ہے مگر Hughes اپنی موت کے وقت بہار کے موسم کا خواہشمند ہے کیونکہ اگر وہ سردیوں کے موسم میں مر گیا تو اُسے برف کے نیچے دفن کر دیا جائے گا اِس کے برعکس اگر وہ بہار کے موسم میں اس دُنیا سے رُخصت ہو گا تو اُس کی قبر قدرتی طور پر گلاب اور ٹیولپ کے پھولوں سے ڈھک جائے گی۔ برف اور سردی دونوں موت اور مایوسی کی علامت ہیں۔ موت تو پہلے ہی خوفناک مایوسی کو جنم دیتی ہے اور اس پہ موسمِ سرما خوف کی شدت میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاعر زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے اور چاہتا ہے کہ موسمِ بہار تک زندہ رہے۔

مجید امجد نے بھی اپنی موت کے بعد گلاب کے پھولوں کے کھلنے کی خواہش کی ہے کہ اُن کی قبر پر ہمیشہ کے لیے گلاب کے پھول کھلے رہیں۔ اُن کی یہ خواہش زندگی میں خوشیوں کے نہ ملنے کے سبب ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی موت کے وقت موسمِ بہار میں کھلنے والے گلاب کے پھولوں کو اپنی قبر پر ہمیشہ کے لیے کھلا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔

روش روش پہ ہیں نکہت فشاں گلاب کے پھول
حسین گلاب کے پھول، ارغواں گلاب کے پھول
کٹی ہے عمر بہاروں کے سوگ میں امجد
میری لحد پہ کھلیں جاوداں کے پھول (29)

القلم مجید امجد نمبر میں مجید امجد کی چند غیر مطبوعہ نظموں کو شائع کیا گیا ہے اِن نظموں میں شامل ایک نظم "شاعر اور چاند" کی جانب مجید امجد نے اشارہ کیا ہے کہ یہ "طامس ہارڈی کی ایک نظم کا عکس" ہے مگر برطانوی شاعر اور ناول نگار تھامس ہارڈی کی جس نظم کا یہ عکس ہے، اُس نظم کا نام یہاں موجود نہیں۔ ہمارے نزدیک مجید امجد نے تھامس ہارڈی کی جس نظم کی جانب اشارہ کیا ہے اُس نظم کا نام

"To the Moon" ہے۔ مجید امجد کی نظم کے وہ بند ملاحظہ کیجیے جو تھامس ہارڈی کی نظم سے مماثلت رکھتے ہیں۔

شاعر

اے چاند تیری ہستی اِک پیکرِ دل آرا — اک جلوہ آوارہ اے قدس کے دیوانے
اے پیکرِ سرمستی اے پیک فلک پیما — آ: مجھ کو سنائے جا بھولے ہوئے افسانے(30)

"What have you looked at moon,
In your time,
Now long past your prime?"
"O, I have looked at, often looked at
Sweet sublime
Sore things, shuddered, night and noon
In my time." (31)

شاعر

اس فرش زمیں سے دورِ آفاق کی خلوت میں — اِک گوشہ عزلت میں کس دُھن میں کھڑا ہے تُو
اس عرش بریں سے دور کنج عدمستاں میں — اس عالمِ وجداں میں کیا سوچ رہا ہے تو

چاند

تقدیر دو عالم پر انجام تمنا پر — اور حاصل دنیا پر ہے میں نے بہت سوچا
مستقبل آدم پر جنت کی بہاروں کو — گردوں کے ستاروں کو روتے ہوئے ہے دیکھا!!

چاند

اس دہر کی بستی میں مغموم فضاؤں نے — کونین کے نغموں سے مانوس کیا مجھ کو
اس منزل ہستی میں محرومی انساں نے — مظلومیٔ انساں نے مایوس کیا مجھ کو (32)

"What have you mused on, Moon,
In your day,
So aloof, so far away?"
"O, I have mused on, often mused on
Growth, decay,
Nations alive, dead, mad, aswoon,
In my day!" (33)

مجید امجد نے تھامس ہارڈی کی اس نظم کو اپنی نظم میں کچھ اس خوبصورتی سے منعکس کیا ہے کہ یہ نظم طبع زاد محسوس ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک مجید امجد کی نظم "پکار"(1958ء) بھی تھامس ہارڈی کی نظم "The Blinded Bird" کا عکس ہے۔ نظم "پکار"

میں مجید امجد ایک لالی کو بجلی کے تار پر موت کا جھولا جھولتے ہوئے دیکھ کر افسردہ اور دُکھی دکھائی دیتے ہیں۔ تھامس ہارڈی کی نظم میں بھی ایک نابینا اور معذور پرندے سے محبت کا کم و بیش یہی حوالہ ملتا ہے۔ مجید امجد کو اِس کائنات میں موجود ہر ذی روح سے پیار ہے اور اِسی پیار کی بنا پر اُنھیں جس شاعر کی شاعری میں اپنے پسندیدہ موضوعات ملے وہ اُن سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکے۔

مجید امجد نے اُنیسویں صدی کے عظیم فرانسیسی ناول نگار وکٹر ہیوگو (1802ء-1885ء) کے شہرہ آفاق ناول "Les Miserables" (1862ء) کا ترجمہ بھی کیا تھا مگر افسوس وہ زمانے کی دستبرد کی نذر ہو گیا۔ مجید امجد خواجہ محمد زکریا کو انٹرویو دیتے ہوئے بتاتے ہیں:

"میں نے وکٹر ہیوگو کے ناول Les Miserables سے ترجمہ کیا وہ کہیں چھپا نہیں۔ اِس کے ترجمے پر میں نے بے حد محنت کی تھی۔ اِس سے مجھے نثر کی مشق ہوئی، افسوس وہ مسودہ گم ہو گیا۔"(34)

چودہ سو باسٹھ (1462) صفحات کی ضخامت کے حامل ناول کا ترجمہ کوئی آسان کام نہیں مگر افسوس کہ مجید امجد کا یہ ترجمہ کہیں شائع نہیں ہو سکا اور یوں ہم مجید امجد کے انمول ترجمے سے مستفید نہ ہو سکے۔ وکٹر ہیوگو کے اس ناول کا موضوع غربت ہے جو معاشرتی نا انصافیوں، منافقانہ رویوں اور لالچ جیسے موضوعات پر مشتمل ہے اِس ناول کے خالق وکٹر ہیوگو اُن بلند پایہ اور ممتاز ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے فرانس میں جمہوریت کا آغاز کیا۔ ہیوگو کا مقصدِ حیات انسانیت کی خدمت تھا۔ مجید امجد کا مقصدِ حیات بھی انسانیت کی خدمت ہے۔ ترجمے کے لیے اس ناول کا انتخاب امجد کی شخصیت کا سچا روپ ہمارے سامنے لاتا ہے۔

مجید امجد نے پانچ نثری تراجم بھی کیے:

1۔ رابندر ناتھ ٹیگور کے افسانے کا ترجمہ "شاعر کا انجام" کے نام سے کیا۔

2۔ ایک مصری شاہکار کا ترجمہ "دربارِ خداوندی میں" کے عنوان سے کیا۔

3۔ سولہ ہزار لاشوں کا ڈھیر (پولینڈ میں نازی بربریت کی ایک خونی داستان) امجد کے نثری تراجم میں سے ہے۔

4۔ لالہ فام زارینہ (روس کے مردِ آہن کی پُراسرار محبوبہ)

5۔ کامیابی کا صلہ

ہم مجید امجد کے اِن پانچ نثری تراجم سے ڈاکٹر ناصر عباس نیر کی کتاب "مجید امجد: حیات، شعریات اور جمالیات" کی بدولت واقفیت حاصل چکے تھے مگر اس کے باوجود تشنگی کا احساس ابھی باقی تھا کہ ان نثری تراجم کے متن کا اوّل تا آخر مطالعہ کیا جائے۔ ہماری یہ دیرینہ آرزو ڈاکٹر محمد افتخار شفیع کی مرتبہ کتاب "کلیاتِ نثر مجید امجد" (2016ء) کی بدولت پایہ تکمیل تک پہنچی۔ مجید امجد کے ان پانچوں نثری تراجم پر طبع زاد کا گماں ہوتا ہے اور کسی طور یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ تراجم ہیں۔ مجید امجد کے اِن نثری تراجم کے اصل متن تک رسائی بھی ضروری ہے مگر تاحال یہ پردہ اخفاء میں ہیں۔ جن تک ادبی دنیا کے نووارد محققین رسائی حاصل کر کے تحقیق کے میدان میں نئے

اضافوں کا باعث بنیں گے۔

مجید امجد کو بچپن ہی سے مطالعے کا شوق تھا اور یہ شوق تاحیات قائم رہا۔ 1974ء میں لکھی ہوئی اُن کی آخری ادھوری غزل کلیات میں موجود ہے۔ غزل کے آخر میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کے یہ الفاظ رقم ہیں: "وفات کے بعد نامکمل شکل میں ملی"(35)۔ یہی سال اُن کی وفات کا بھی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ زندگی کے آخری ایام میں ٹی بی جیسے مہلک مرض میں مبتلا رہنے کے باوجود تحصیل علم کی راہ اور شعر و شاعری سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی۔ اگرچہ اُن کے پاس علم کے حصول اور شاعری سے بچنے کے کئی جواز موجود تھے مگر یہ مجید امجد نے ہمیں سکھایا ہے کہ جذبوں کی صداقت ناممکن الحصول کو بھی ممکن بنا سکتی ہے اور اب یہ از حد ضروری ہے کہ اُن کی تخلیق کے اُن حوالوں کو از سر نو سمجھا جائے جو پہلے سے دریافت شدہ ہیں بلکہ وہ امکانات بھی تلاش کیے جائیں جو اُن کے فکر و فن میں موجود تھے مگر محققین کی اُن تک رسائی نہ ہو سکی یہی وجہ ہے کہ ہم نے اُن کے فکر و فن کے اُن پوشیدہ گوشوں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

حوالہ جات

1. مجید امجد، "روش روش پہ ہیں نکہت فشاں گلاب کے پھول"، مشمولہ، کلیاتِ مجید امجد، مرتب ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2014ء)، ص155۔
2. خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، "مجید امجد سے ایک انٹرویو"، مشمولہ، گلاب کے پھول، مرتب محمد حیات خان سیال (لاہور: بشیر پرنٹرز، 1978ء)، ص22۔
3. عامر سہیل، سید، ڈاکٹر، مجید امجد نقش گرِ ناتمام (لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، 2008ء)، ص79، 80۔
4. خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، "مجید امجد___ شاعرِ حیات و کائنات"، مشمولہ، مجید امجد: یہ دنیائے امروز میری ہے (مقالات)، مرتبین ڈاکٹر محمد کامران، ڈاکٹر ضیاء الحسن، ڈاکٹر ناصر عباس نیر (لاہور: اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، 2015ء)، ص44۔
5. یوسف کامران، "مجید امجد سے ایک نایاب مکالمہ"، مشمولہ، کلیاتِ نثر مجید امجد، مرتب ڈاکٹر محمد افتخار شفیع (لاہور: بیت الحکمت، 2016ء)، ص198۔
6. خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، "مجید امجد سے ایک انٹرویو"، مشمولہ، گلاب کے پھول، ص34، 35۔
7. ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، مجید امجد حیات، شعریات اور جمالیات (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2014ء)، ص87۔
8. خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، "مجید امجد سے ایک انٹرویو"، مشمولہ، گلاب کے پھول، ص29۔
9. ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، مجید امجد حیات، شعریات اور جمالیات، ص30۔
10. Oscar Wilde, Serenade (for Music)
11. https://internetpoem.com>Poems, visited this page 05/27/22
12. خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، "مجید امجد سے ایک انٹرویو"، مشمولہ، گلاب کے پھول، ص29، 30۔

13. Kenneth Slade Alling, "Time", Included The Best Poems of 1927 Edited L.A.G.Strong (New York: DODD, MEAD and Company, 1928), P.22.

14. مجید امجد، "وقت"، مشمولہ، کلیاتِ مجید امجد، ص389،390۔

15. Robert Francis, "Swimmer"

16. https://m.youtube.com>watch, visited this page on 6/8/22.

17. مجید امجد، "شناور"، مشمولہ، کلیاتِ مجید امجد، ص339۔

18. مجید امجد، "شاخِ چنار"، مشمولہ، کلیاتِ مجید امجد، ص318۔

19. Richard Aldington, "The Poplar"

20. https://poets.org>poem>poplar, visited this page on 6/8/22

21. مجید امجد، "توسیعِ شہر" مشمولہ، کلیاتِ مجید امجد، ص352۔

22. William Cowper, "The Poplar Field"

23. https://www.poetrybyheart.org.uk>.....visited this page on 5/8/22.

24. مجید امجد، "توسیعِ شہر"، مشمولہ، کلیات مجید امجد، ص352۔

25. William Cowper, "The Poplar Field"

26. /22.8https://www.poetrybyheart.org.uk>.... visited this page on 5/

27. Gerard Manley Hopkins, "Binsey Poplars"

28. /5/22.6https://www.poetryfoundation.org>.... visited this page on

29. Abid

30. مجید امجد، "توسیعِ شہر"، مشمولہ، کلیات مجید امجد، ص352۔

31. ایضاً۔

32. William Cowper, "The Poplar Field"

33. https://www.poetrybyheart.org.uk>.... visited this page on 5/8/22.

34. Gerard Manley Hopkins, "Binsey Poplars"

35. https://www.poetryfoundation.org>... visited this page on 6/5/22.

36. Langston Haughes, "Red Roses", Included, The Best Poems of 1927, P.143.

37. مجید امجد، "روش روش پہ ہیں نکہت فشاں گلاب کے پھول"، مشمولہ، کلیاتِ مجید امجد، ص155۔

38. مجید امجد، "شاعر اور چاند"، مشمولہ، مجید امجد ایک مطالعہ، مرتب حکمت ادیب (جھنگ: ادبی اکیڈمی جھنگ، 1994)، ص868۔

39. Thomas Hardy, "To the Moon", The Poetical Works of Thomas Hardy Vol.1 (London: Macmillan and Co. Limited, 1923), P.410.

40. مجید امجد، "شاعر اور چاند" مشمولہ، مجید امجد ایک مطالعہ، ص868، 869۔

41. Thomas Hardy, "The Blinded Bird", The Poetical Works of Thomas Hardy, P.418.

42. خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، "مجید امجد سے ایک انٹرویو"، مشمولہ، گلاب کے پھول، ص35۔

43. خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، "غزل کے بعد نوٹ"، مشمولہ، کلیاتِ مجید امجد، ص724۔